وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ (الحدیث)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف:
حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم: از فقیہ العصر
حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

عقیدہ حیات النبی

فاضل دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

پیدائش: ۱۹۲۴ء ...... وفات: ۲۸ رنومبر ۲۰۰۱ء (مدینہ منورہ)

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری البرنی، تقسیم ہند کے بعد کراچی تشریف لائے۔ جامعہ دار العلوم کورنگی کے اعلیٰ درجہ کے مدرس تھے۔ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے گئے۔ آپ عصر سے عشاء اور صبح تہجد سے اشراق تک تسلسل کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں عبادت گزار رہے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ نو جلدوں میں آپ نے تفسیر القرآن "انوار البیان" لکھی جس کی اہل علم نے بہت تعریف کی۔

آپ نے حیات النبی ﷺ پر ایک رسالہ "عقیدہ حیات النبی ﷺ" لکھا جس کا مقدمہ مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی نے لکھا جو جامعہ الحقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا سے شائع ہوا، جسے ہم اس مجموعہ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد و الصلوۃ!

عرض آنکہ رسالہ ہذا ''عقیدہ حیات النبی ﷺ'' جناب محترم مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی البرنی المہاجر مدنی دامت برکاتہم العالیہ کی تالیفات مفیدہ میں سے ہے۔ مولانا ممدوح سلمہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اکابر کے ذوق کے مطابق لکھنے کا بڑا سلیقہ عطا فرمایا اور آپ کو بحمد اللہ کثیر التصانیف بنایا ہے اور آپ کی تصانیف نہایت آسان زبان میں عام فہم اور بہت ہی مفید ہوتی ہیں یہ رسالہ بھی اسی سلسلۃ الذہب کی کڑی اور عقیدہ حیات انبیاء کرام علیہم السلام کے سلسلہ کی احادیث کا مختصر مجموعہ ہے اس کی زبان نہایت آسان اور اسلوب بیان بڑا ہی دلکش اور عاشقانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے استفادہ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین ثم آمین۔

اس احادیث کے مجموعہ کو ''عقیدۃ المحدثین فی حیاۃ النبیین'' سے موسوم کرنا مناسب معلوم ہوتا تھا مگر عوامی افادہ کی غرض سے اردو میں متذکرہ نام تجویز کیا گیا ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ

موضوع زیر بحث یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد جو حیات طیبہ حاصل ہے وہ جسد اطہر کے ساتھ ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے یا وہ حیات کسی اور بدن برزخی میں ہے اور جسد عنصری تعلق حیات سے بالکل خالی ہے؟ یعنی حضور ﷺ کی عالم برزخ میں حیات دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے یا کسی برزخی جسد سے تعلق ہے موضوع زیر بحث وفات النبی ﷺ نہیں جس معنی میں بھی آپ ﷺ کے لئے وفات مقدر تھی اس کا ورود ہوا اور آپ ﷺ نے عالم برزخ کی طرف انتقال فرمایا ہاں ورود وفات کے بعد آپ ﷺ اپنے روضہ اطہر میں ہی فائز الحیات ہیں اب موضوع زیر بحث یہی ہے کہ آپ ﷺ کی وہ حیات طیبہ کیسی ہے اس دنیوی جسد کے ساتھ ہے یا کسی اور برزخی بدن کے ساتھ ہے اور بدن عنصری سے کوئی تعلق حیات نہیں۔

خطبہ صدیقی (بخاری شریف ج ا ص ۱۶۶) وقوع وفات کی تو دلیل ہے اور اس کے ہم قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر سرور دعالم ﷺ کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضروری ہے۔'' (لطائف قاسمی مجتبائی ص ۴)

اسی طرح ورود موت پر ایسی آیتیں پڑھتے چلے جانا جن میں ورود موت کی آئندہ جزوی خبر دی گئی ہے، ہمارے موضوع سے غیر متعلق ہے۔ زیر بحث موضوع تو یہ ہے کہ اس دنیا سے انتقال کے بعد عالم برزخ میں جو حیات حاصل ہے وہ روح مبارک کے تعلق سے اسی دنیوی جسد اطہر کے ساتھ ہے جو روضہ انور میں محفوظ موجود ہے اور اسی تعلق روح کی وجہ سے آپ ﷺ روضہ انور پر پڑھے گئے درود و سلام کو بغیر کسی واسطہ کے علی الدوام خود سماعت فرماتے ہیں۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''انبیاء کرام علیہم السلام کو انہیں اجسام دنیوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔'' (لطائف قاسمی ص ۳)

اسی عقیدہ کو ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے ''المہند'' میں حیات برزخیہ دنیویہ سے تعبیر فرمایا ہے (تفصیل آگے آرہی ہے) ہمارا یہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے اور جملہ اکابر دیوبند رحمہم اللہ کے مسلمہ عقائد میں داخل ہے۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ اور اکابر اہل سنت

اہل سنت کے اس اجماعی عقیدہ کا جب کسی گمراہ فرقہ معتزلہ وغیرہ نے انکار کیا تو اکابر علماء اہل سنت نے اس کا دفاع کیا۔ چوتھی صدی میں علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے اثبات پر مستقل رسالہ ''حیات الانبیاء'' تالیف فرمایا۔ پھر نویں صدی میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''انباء الاذکیاء'' کے نام سے اسی عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کے اثبات کے لئے مفصل رسالہ تحریر فرمایا۔ تیرہویں صدی کے آخر میں بانی دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ نے نہایت ضخیم کتاب ''آب حیات'' اسی عقیدہ کے اثبات پر بڑے عجیب انوکھے طرز پر ارقام فرمائی، شروع چودہویں صدی ہجری میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تائید میں فرمایا:

''آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ ''نبی اللہ حی یرزق'' (سنن ابن ماجہ ص ۱۹۹)

اس مضمون حیات کو بھی مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ ''آب حیات'' میں بمالا مزید علیہ ثابت کیا ہے۔'' (ہدایۃ الشیعہ مصنفہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)

نیز فرماتے ہیں: ''ولان النبیین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین لما کانوا احیاء فلا معنی لتوریث الاحیاء منہم'' (الکوکب الدری ج ۱ ص ۲۳۳ تقریر ترمذی)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام جب زندہ ہیں تو ان سے وارث بننے کے کوئی معنی نہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ان نبی اللہ ﷺ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم ولا فرق بین ان یکون فوق الارض او تحت حجابھا'' (بذل المجہود ج ۲ ص ۱۱۷)

ترجمہ: تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح نبی کریم ﷺ بھی اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے۔ کیونکہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے بلکہ حضور ﷺ خود یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی اعتقاد تھا حدیث میں نص ہے کہ ''نبی اللہ حی یرزق'' کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کو رزق بھی پہنچتا ہے۔'' (وعظ راس الربعین)

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''یرید بقولہ الانبیاء احیاء مجموع الاشخاص لا الا رواح فقط'' ''الانبیاء احیاء فی قبورھم'' سے آنحضرت ﷺ کی مراد ارواح اور جسم کے مجموعہ کی زندگی ہے صرف روحوں کی زندگی مراد نہیں۔ (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

اور اپنی خود نوشت سوانح میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مجدی اور ان کے فرقہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: ''وہ (مجدی) وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ

بین الروح والجسم (روح اور جسم کے درمیان تعلق باقی رہنے) کے منکر ہیں اور یہ حضرات صرف اس کے قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور وشور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما کر شائع کر چکے ہیں۔ رسالہ ''آب حیات'' نہایت مبسوط رسالہ خاص اسی مسئلہ کے لئے لکھا گیا ہے۔'' (نقش حیات ج۱ ص ۱۰۳)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی اس تحریر سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات جسمانی اور بقاء علاقہ بین الروح والجسم کے مسئلہ سے سنیت اور وہابیت میں امتیاز حاصل ہوتا ہے اس علاقہ کا قائل سنی اور منکر وہابی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وفات شریفہ کے بعد آپ کی روح مقدس دوسرے انبیاء کی ارواح طیبہ کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں استقرار پذیر ہے لیکن اس سے آپ کے اپنی قبر شریف میں زندہ نہ ہونے کا وہم نہ کیا جائے۔ کیونکہ آپ کی روح مقدس بدن مبارک پر اپنا اثر ڈال رہی ہے۔ اس کی اس پر روشنی پڑ رہی ہے اور اس کا بدن اطہر کے ساتھ تعلق قائم ہے۔'' (ترجمہ فتح الملہم ج ۳ ص ۴۲۱)

علامہ ابن قیم (زادالمعاد ج ۲ ص ۴۹) پر فرماتے ہیں: (ترجمہ) ''آپ ﷺ کی وفات کے بعد روح نے ارواح انبیاء کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں قرار حاصل کر لیا۔ اس کے باوجود روح کو بدن کی طرف توجہ ہے اور اس کو منور کئے ہوئے ہے اور اس کے ساتھ ایسا تعلق ہے کہ اس کی وجہ سے آپ پر سلام عرض کرنے والے کے سلام کا جواب عطاء ہوتا ہے۔''

اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کی مسلکی دستاویز

اس مسئلہ کے متعلق تمام اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کا عقیدہ معلوم کرنے کے لئے شیخ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب شارح ابوداؤد شریف کا تالیف کردہ رسالہ ''المهند علی المفند'' جس کی تالیف کو ۹۵ سال ہو چکے ہیں کافی ہے، جس کے پانچویں سوال کے جواب کی عربی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے.... برزخی نہیں جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ﷺ کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی میں برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے مشائخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے نہایت انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے، اس کا نام ''آب حیات'' ہے۔'' (المهند ص ۱۴)

اس وقت کے اکابر دیوبند میں سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب، حضرت مولانا سید احمد حسن امروہی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی (رحمہم اللہ) نے اس رسالہ اور عقیدہ کی تصدیق فرمائی اور ان کے علاوہ دوسرے علماء دیوبند نے بھی تصدیق فرما کر اس پر دستخط فرمائے۔ ۲۴ علماء دیوبند کے اس پر دستخط ثبت ہیں۔ گویا اب سے ۹۵ سال پہلے اس عقیدہ پر اور بعض دوسرے عقائد مندرجہ رسالہ پر علماء دیوبند کا اتفاق اجماعی طور پر ظاہر ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جو حیات عالم برزخ میں حاصل ہے وہ دنیا کی سی ہے۔

اس رسالہ ''المهند'' پر علماء دیوبند کے علاوہ اس وقت کے علماء حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً اور علماء شام وغیرہ کی بھی تصدیقات حاصل کر کے شائع کی گئی تھیں اور اس وقت سے مع تصدیقات برابر یہ رسالہ شائع ہو رہا ہے۔

۱۹۵۸ء کے قریب جلسہ خیر المدارس ملتان میں مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے علماء دیو بند کے خلاف اپنے مخصوص عقائد برملا ظاہر کئے اور عقیدہ حیات النبی ﷺ کے خلاف بھی اپنے نظریات کا اظہار کیا جس کو اہل علم حاضرین جلسہ نے بہت برا محسوس کیا مگر حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کے احترام میں جلسہ میں گڑبڑ نہیں ہونے دی اس نشست میں حضرت مولانا تشریف فرما نہیں تھے۔ صبح کو علماء کرام نے شب کی تقریر کی شکایت حضرت مولانا سے کی۔ اس پر اگلی شب کو حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے اس تقریر کی تردید کی اور علماء دیو بند کے عقائد بیان فرمائے۔ جزاھم اللہ خیرا!

اس کے بعد اس عقیدہ پر مفصل اور مختصر مزید رسائل اور کتابیں لکھی گئیں جن میں حضرات اکابر دیو بند رحمہم اللہ کے عقائد کی کتاب و سنت اور اجماع امت سے تائید پیش کی گئی اور شکوک و شبہات کا ازالہ کیا گیا۔ اس سلسلہ کی ایک مفید کتاب علامہ خالد محمود صاحب کی تالیف ''مقام حیات'' ہے اور دوسری حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر زاد فیضہم کی تصنیف ''تسکین الصدور'' ہے احقر نے بھی ''هداية الحيران في جواهر القرآن'' کے علاوہ ''حیات انبیاء کرام علیہم السلام'' اسی سلسلہ میں لکھی ہے۔ یہ سب کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔

احقر نے ''المہند'' کا خلاصہ عوام کے لئے مع بعض اضافات لکھا تھا وہ اضافات بھی اکابر علماء دیو بند کی معتبر کتب سے ہی کئے گئے تھے۔ اس خلاصہ پر اس وقت کے اکثر اکابر علماء کرام مثل حضرت مولانا قاری محمد طیب، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کراچی، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا مفتی محمود احمد صاحب، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری (رحمہم اللہ) وغیرہ کی تصدیقات حاصل کر کے شائع کیا گیا ہے اور کئی مرتبہ شائع ہوا ہے۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ دار العلوم کراچی کے بیان کا خلاصہ

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حقیقی جسمانی مثل حیات دنیوی کے ہے، جمہور امت کا یہی عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ میرا اور میرے سب بزرگان دیو بند کا ہے اور ظاہر ہے کہ دیو بندیت کوئی مستقل مذہب نہیں سلف اور جمہور اہل سنت والجماعت کے مکمل اتباع ہی کا نام دیو بندیت ہے جو عقیدہ جمہور اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے وہ دیو بندیت کے بھی خلاف ہے۔ میرے سابقہ فتویٰ سے حیات جسمانی کے انکار پر سند پکڑنا صریح ظلم اور میرے کلام کی تحریف ہے۔'' واللہ الموفق للسداد!

(از ماہنامہ الصدیق ملتان بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۷۸ھ)

مقصد یہ ہے کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کی حیثیت معلوم کرنے کے لئے اس کے علاوہ کہ المہند میں اس کا ذکر ہے اور تمام اکابر علماء دیو بند رحمہم اللہ نے اس پر اپنا اور اپنے مشائخ کا عقیدہ ہونا بیان فرمایا۔ بعد کے دوسرے بعض اکابر علماء دیو بند کے عقیدہ کا بھی مختصر طریقہ پر ذکر کر دیا گیا ہے۔

''مقام حیات'' میں شائع شدہ حسب ذیل اکابر علماء دیو بند کی متفقہ تحریر بھی مفید ہوگی اس کو بھی ملاحظہ کیا جائے۔

اکابر دیو بند کا مسلک

''حضرت اقدس نبی کریم ﷺ اور سب انبیاء کرام علیہم السلام کے بارہ میں اکابر دیو بند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ

میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیاوی کے مماثل ہے۔ صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس پر جو درود پڑھا جائے بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہلسنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل تصنیف حیات انبیاء علیہم السلام پر ''آب حیات'' کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، ان کا رسالہ ''المهند علی المفند'' بھی اہل انصاف واہل بصیرت کے لئے کافی ہے اور جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ ''واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل''

۱...... محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ مدرسہ اسلامیہ کراچی۔
۲...... عبدالحق عفی عنہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔
۳...... مفتی محمد صادق عفا اللہ عنہ سابق صدر محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور۔
۴...... مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔
۵...... بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ دارالعلوم کراچی۔
۶...... ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہیار۔
۷...... محمد رسول خان عفا اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور۔ (مقام حیات ص۲۷۲)

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ بھی مقام حیات میں طبع ہو چکا ہے جس میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ ﷺ کا خصوصی تعلق بجسدہٖ وروحہٖ ہے۔ جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔ وہ بدعتی ہے، خراب عقیدہ والا ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

آگے لکھا ہے تین حدیثیں نقل کر دی ہیں اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل السنۃ والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والے کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں۔ (ص ۲۶۷)

عقیدہ حیات النبی ﷺ کی اہمیت

تمام اہل سنت والجماعت اس پر متفق ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں۔ علامہ داؤد بن سلیمان البغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''والحاصل ان حیاۃ الانبیاء ثابتۃ بالاجماع'' (المنحۃ الوہبیہ ص۶)

حاصل یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات اجماع سے ثابت ہے، اجماع کے علاوہ احادیث متواترہ سے بھی اس کا ثبوت موجود ہے امت کے تمام طبقات اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ تواتر کے کئی اقسام ہیں۔ گو اس حدیث: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون'' کے

الفاظ اور اسناد متواتر نہیں لیکن تواتر طبقہ اور تواتر توارث کا شرف اس کو حاصل ہے۔

دوسرے حیات فی القبر کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے متفق علیہ عقائد میں سے ہے جس پر قبر کی تنعیم وتعذیب مبنی ہے اس جہت سے بھی عقیدہ حیات النبی ﷺ کی اہمیت اور اس کی کلامی حیثیت امت کے کسی دور میں اہل سنت کے نزدیک اختلافی اور نزاعی نہیں رہی۔اب جو لوگ ،اس مسئلہ کی اہمیت اور حیثیت کو کم کرنے کے لئے اس کے فروعی ہونے پر زور دیتے ہیں۔ان کو غور کرنا چاہئے ! کیا حیات فی القبر کا مسئلہ علماء عقائد نے فروعی سمجھ کر بیان فرمایا ہے۔مقصد یہ ہے کہ مسئلہ حیات النبی ﷺ کی اہمیت سمجھنے کے لئے اتنی بات سمجھ لینا ہی کافی ہے۔

ایک گمراہ کن مغالطہ اور نئے فرقوں کی ذہنیت

بعض لوگ جن کی نظر میں سلف کی اتباع کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔وہ کہا کرتے ہیں کہ اصل چیز بس قرآن وحدیث ہے اور دین میں ہم قرآن وحدیث کے سواء کسی چیز کو سند نہیں مانتے۔یہ بات صحیح ہے کہ اصل چیز دین کے بارہ میں قرآن وحدیث ہی ہیں لیکن یہ لوگ اس بات کو غلط معنی میں استعمال کرتے ہیں اور مغالطہ دیتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ سلف صالحین کا اتباع نہیں چاہتے اور جن کو ان کے علم وفہم سے زیادہ اپنے علم وفہم پر اعتماد ہے وہ اپنی رائے اور اپنی سمجھ کا اتباع کرتے ہیں اور کتاب وسنت کا نام لے کر دوسروں کو بھی اسی کے اتباع کی دعوت دیتے ہیں۔

ہمارے اور ان کے طرز فکر اور طرز عمل میں فرق یہ نہیں ہے کہ وہ دین میں اصل سند کتاب وسنت کو قرار دیتے ہیں اور ہم سلف صالحین کو، بلکہ یہ ہے کہ ہم کتاب وسنت کا منشاء متعین کرنے کے بارہ میں سلف صالحین کے فہم وفکر کو زیادہ قابل اعتماد سمجھتے ہیں اور وہ اپنے خیالات اور اپنے فہم پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ بھی بجائے سلف کے ان کی تقلید کریں۔

دراصل ان کی ذہنیت بالکل وہی ہے جو خوارج کی تھی اور وہ لوگوں کو سلف کی اتباع سے توڑ کر اپنے متبعین میں داخل کرنا چاہتے ہیں اور جو سادہ لوح ان کی بات مانتے ہیں وہ درحقیقت سلف صالحین کے اتباع سے آزاد ہو کر خود ان کے متبع اور مقتدی بن جاتے ہیں اور اسی سے امت میں نئے نئے فرقے اور نئے نئے گروہ پیدا ہوتے ہیں۔

بہر حال دین کے بارہ میں سلف صالحین پر اعتماد اور ان کا اتباع ہمارے نزدیک نہایت ضروری ہے اور اسی میں تمام مسلمانوں کے دین اور ایمان کی حفاظت ہے۔ (دین وشریعت از مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ ص ۱۳۶)

احقر نے اس وقت تک جو حضرات اکابر رحمہم اللہ کی آراء گرامی پیش کی ہیں ان کا مقصد یہی ہے کہ دین کے بارہ میں قرآن وسنت کے فہم میں ان حضرات کی آراء گرامی کو مختار اور سند کا درجہ حاصل ہے ہمیں اپنے علم وفہم کی بجائے ان حضرات اکابر رحمہم اللہ کے علم وفہم پر اعتماد کرنا چاہئے۔اسی میں ہمارے دین وایمان کی حفاظت ہے۔واللہ الموفق والمعین للحق والصواب!

عقیدہ حیات النبی ﷺ کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔اس کے اظہار میں کوئی مصلحت مانع نہیں ہونی چاہئے، جیسے دوسرے ضروری عقائد اہل سنت کا ذکر کیا جاتا ہے۔اس کا ذکر بھی تحریراً وتقریراً کرنا لازم ہے بلکہ جس شدت

سے اس کا انکار کیا جارہا ہے، اسی شدت کے ساتھ اس کا اثبات کرنا چاہئے۔ اس میں مداہنت کرنا اور خاموشی سے کام لینا جائز نہیں ہے۔ اسی عقیدہ کے اثبات کے لئے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب دامت برکاتہم کا رسالہ شائع کیا جارہا ہے۔

مکرر دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقائد اہل سنت والجماعت علماء دیوبند پر قائم رکھے اور ہم سب کو اس رسالہ سے استفادہ کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

''وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین''

احقر سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۲۵/ذوالقعدۃ الحرام ۱۴۲۰ھ

عقیدہ حیات النبی ﷺ

از حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی البرنی مدظلہم مہاجر مدنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم!

السوال: کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس بارہ میں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں یا مثل دیگر اموات کے ان کے اجسام بھی ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل گئے۔ ہم تو یہی سنتے تھے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے نکلے ہیں جو ان کی حیات برزخیہ کے منکر ہیں اور انہیں مماتی فرقہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے عالم برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ رہنے کے کیا دلائل ہیں، اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں ذرا مماتی زیادہ ہی ضد کرنے لگے ہیں۔

الجواب: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا وفات پا جانے کے بعد عالم برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہونا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء علیہم السلام'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

آنحضرت سرور عالم ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا قبروں میں زندہ ہونا ہمیں علم قطعی کے ساتھ معلوم ہے۔ کیونکہ اس بارے میں دلائل قائم ہیں اور اخبار تواتر کے ساتھ پہنچی ہیں۔

حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس بارے میں مستقل رسالہ تالیف فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں جن احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو جس رات معراج ہوئی۔ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے گزرے اور وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (فی صحیح مسلم کتاب الفضائل ج ۲ ص ۲۶۸) ''عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال اتیت وفی روایۃ مررت علٰی موسٰی لیلۃ اسری بی عند الکثیب الاحمر وقائم یصلی فی قبرہ'' اور حافظ ابونعیم نے بھی حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت سرور عالم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرے وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

حافظ ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے اپنی کتاب حیات الانبیاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں (یہ نماز ادائیگی فرض کے طور پر نہیں ہے کیونکہ وہاں احکام کے مکلف نہیں ہیں بلکہ یہ نماز لذت اور تنعم کے لئے ہے)

حضرت امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت اوس بن اوس ثقفی سے روایت کی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تمہارے دنوں میں افضل ترین دن جمعہ کا ہے۔ لہٰذا اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا۔ حالانکہ آپ ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل چکے ہوں گے۔ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

(اخرجه ابو داؤد فی باب فضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة وسکت علیه۔ قال النووی فی ریاض الصالحین فی آخر باب فضل یوم الجمعة رواه ابو داؤد باسناد صحیح لکن النووی اختصرالحدیث واخرجه الحاکم فی المستدرک۔ ج ۱ ص ۲۷۸ وقال صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاه ووافقه الذهبی)

امام بیہقی رحمہ اللہ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد الموت زندہ ہونے کے متعدد شواہد ہیں۔ ان میں سے معراج کی رات کی ملاقات بھی ہے۔ اس رات میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک جماعت نے آنحضرت ﷺ سے ملاقات کی اور آپس میں گفتگو ہوئی۔ (بخاری شریف ص ۵۰ ج ۱ باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء) میں ہے کہ آنحضرت ﷺ شب معراج میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قریب والے آسمان تک پہنچے تو حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا: ''مرحبا بالنبی الصالح وابن الصالح'' اس کے بعد دوسرے آسمانوں پر تشریف لے گئے ان آسمانوں میں حضرت ادریس حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ حضرت ابراہیم علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئی۔ حضرت ادریس اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے بطور ترحیب کے فرمایا: ''مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح'' اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''مرحبا باالنبی الصالح والابن الصالح'' صحیح مسلم کتاب الایمان ص ۹۱ پر اس طرح تفصیل مذکور ہے کہ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے اور دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ ویحییٰ علیہما السلام سے اور تیسرے آسمان میں حضرت یوسف علیہ السلام سے اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام سے اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام سے اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ سب حضرات نے ترحیبی کلمات فرمائے۔

اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بھی ہے وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ نے معراج کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک جماعت میں دیکھا۔ دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں ان کا جسم ہلکا پھلکا ہے اور گھونگھریالے بال ہیں گویا کہ وہ قبیلہ شنوہ کے آدمیوں میں سے تھا اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ بھی کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا وہ بھی کھڑے ہوئے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کی شکل وشباہت ہمارے

صاحب (یعنی خود رسول اللہ ﷺ) سے زیادہ ملتی جلتی ہے۔ اسی اثناء میں نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ان حضرات کی امامت کی۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان ج ۱ ص ۹۶)

حافظ ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اور زبیر بن بکار نے اخبار مدینہ میں اور ابن سعد نے طبقات میں اور دارمی نے اپنے مسند میں روایت کی ہے کہ واقعہ حرہ کے زمانہ میں حضرت سعید بن مسیب برابر مسجد نبوی ﷺ میں رہے۔ باہر کشت و خون ہوتا رہا اور مسجد نبوی ﷺ سے باہر نہ نکلے۔ تین دن تک مسجد نبوی ﷺ میں نہ اذان ہوئی اور نہ اقامت ہوئی۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا تھا تو میں آنحضرت ﷺ کی قبر اطہر کی جانب سے ایک خاص قسم کی آواز سنتا تھا جس سے مجھے معلوم ہو جاتا تھا کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ ان دنوں میں حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے علاوہ مسجد نبوی میں کوئی بھی نہ تھا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۵۴۵ باب الکرامات میں بھی بحوالہ سنن دارمی یہ واقعہ مذکور ہے)

یہ احادیث اور اخبار حضور اقدس ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرات شہداء کے بارے میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ''ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون'' اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو ہرگز مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

جب حضرات شہداء کے بارے میں ارشاد ہے کہ ان کو مردہ خیال نہ کرو کیونکہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں یہ بات کیونکر نہ ہوگی۔

(تفسیر بیان القرآن میں آیت: ''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات'' کے ذیل میں لکھا ہے کہ شہید کی نسبت گو یہ کہنا کہ وہ مر گیا صحیح اور جائز ہے لیکن اس کی موت کو دوسرے مردوں کی سی موت سمجھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بعد مرنے کے برزخی حیات ہر شخص کی روح کو حاصل ہے اور اسی سے جزاء و سزاء کا ادراک ہوتا ہے لیکن شہید کی اس حیات میں اور مردوں سے ایک گونہ امتیاز ہے اور وہ امتیاز یہ ہے کہ اس کی حیات آثار میں اوروں سے قوی ہے۔ حتیٰ کہ شہید کی حیات کی قوت کا ایک اثر برخلاف معمولی مردوں کے اس کے جسد ظاہری تک بھی پہنچا ہے کہ اس کا جسد باوجود مجموعہ گوشت و پوست ہونے کے خاک سے متاثر نہیں ہوتا اور مثل جسد زندہ کے صحیح و سالم رہتا ہے جیسا کہ احادیث اور مشاہدات شاہد ہیں۔ پس اس امتیاز کی وجہ سے شہداء کو احیاء کہا گیا ہے اور ان کو دوسرے اموات کے برابر اموات کہنے کی ممانعت کی گئی ہے اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامتی جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات برزخی میں قوی تر انبیاء علیہم السلام ہیں پھر شہداء پھر اور معمولی لوگ ہیں۔ (الی آخر ما قال)

یعنی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے بارے میں کیوں شک کیا جائے۔ جب کہ وہ حضرات شہداء سے بہت بڑے اور بزرگ و برتر ہیں۔ (بلکہ شہداء کو جو یہ درجہ ملا ہے نبی اکرم ﷺ ہی کی اطاعت اور اتباع کی وجہ سے ملا ہے) اور کوئی نبی ایسا نہیں جو وصف شہادت سے متصف نہ ہوا لہٰذا آیت کے عموم میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی داخل ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے مرض الموت میں ارشاد فرماتے تھے کہ میں برابر اس کھانے کی تکلیف محسوس کرتا رہا ہوں جو زہر والا کھانا میں نے خیبر میں کھالیا تھا۔ پس اس وقت اس زہر کے اثر سے میری رگ ابہر کٹ گئی ہے۔ (یہ حدیث بخاری شریف صفحہ ۶۳۷) پر موجود ہے۔ اس کا مفصل واقعہ سیرت اور غزوات کی کتابوں میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملادیا۔ پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ کے گوشت بھیج دیا۔ آپ نے اس کا دست لے کر تناول فرمایا اور بھی چند صحابہ نے آپ کے ساتھ اس میں سے کھایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ لوگ اپنے ہاتھ اٹھالیں اور اس عورت کو بلوایا اور اس سے فرمایا کہ تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ کہنے لگی آپ کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا مجھے بکری کے اس دست نے بتایا جو میرے ہاتھ میں ہے اس پر کہنے لگی کہ ہاں میں نے زہر ملایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرا ایسا کرنے سے کیا مقصد تھا؟ کہنے لگی کہ میرا یہ مقصد کہ اگر آپ نبی ہیں تو یہ آپ ﷺ کو نقصان نہ دے گی اور اگر آپ ﷺ نبی نہیں ہیں تو ہم آپ کی طرف سے راحت پا جائیں گے۔ (یعنی اس کے کھانے سے آپ ﷺ کی وفات ہو جائے گی تو ہمارا چھٹکارا ہو جائے گا) آپ ﷺ نے اس کو معاف فرمادیا اور کوئی سزا نہیں دی اور بعض صحابہ جنہوں نے اس میں سے کھالیا ان کی وفات ہوگئی اور حضور ﷺ نے کاندھے پر پچھنا لگوالیا تاکہ زہر کا اثر رک جائے)

بعض روایات میں ہے کہ اس عورت کو قتل کر دیا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ ابتداء میں اس کو قتل نہ کیا ہو، پھر جب حضرت بشر بن معرور کی وفات ہوگئی تو قصاص میں اس کو قتل کر دیا گیا ہو۔ یہ تفصیل حافظ ابن کثیر نے (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۰۹، ۲۱۰) پر لکھی ہے۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ آپ ﷺ اس واقعہ کے بعد تین سال تک اس دنیا میں تشریف فرما رہے۔ یہاں تک کہ مرض الوفات میں فرمایا کہ میں برابر اس لقمہ کی تکلیف محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے بکری کے گوشت سے خیبر کے دن کھالیا تھا۔ یہاں تک کہ اب میری رگ ابہر کے کٹ جانے کا وقت آگیا ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''توفی رسول اللہ ﷺ شہیدا'' یعنی اس زہر کے اثر سے آنحضرت ﷺ کی وفات شہادت والی وفات ہوگئی۔

لفظ ابہر کے بارے میں حافظ ابن حجر اہل لغت سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ ایک رگ ہے جو پشت میں چھپی ہوتی ہے جو دل سے متصل ہے جب وہ کٹ جاتی تو آدمی مرجاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۱۳۱)

حافظ ابن قیم نے بھی زاد المعاد میں یہودی عورت کے زہر ملانے کا اور زہریلی ہوئی بکری کا بارگاہ رسالت میں پیش کرنے اور اس میں سے آپ ﷺ کے اور بعض صحابہ کے تناول فرمانے کا تذکرہ کیا اور اخیر میں وہی الفاظ لکھے ہیں جو البدایہ والنہایہ میں ہیں۔ یعنی ''توفی رسول اللہ ﷺ شہیدا''

(زاد المعاد فصل فی ہدیہ ﷺ فی علاج السم الذی اصابہ بخیبر)

ان حضرات نے درجہ شہادت ملنے والی جو بات لکھی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زہر آپ کو جہاد کے موقع پر کھلایا گیا اور دشمن نے کھلایا اور یہ اقرار کیا کہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ تھا۔ جہاد کے موقع پر دشمن کی طرف سے جو بھی کوئی زخم لگ جائے یا اور کوئی تکلیف پہنچ جائے جو جان لیوا ثابت ہو تو اس سے شہادت کا درجہ مل جاتا ہے۔

اگر چہ فوری طور پر موت واقع نہ ہو حضور اقدس ﷺ کو اللہ جل شانہ نے نبوت بلکہ ختم نبوت کے عہدہ پر فائز فرماتے ہوئے درجہ شہادت بھی نصیب فرمایا: ''فصلی اللہ تعالٰی علیہ والہ بقدر کمالہ و جمالہ''

امام بیہقی کتاب الاعتقاد میں لکھتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی روحیں قبض کئے جانے کے بعد واپس کر دی گئیں۔ لہٰذا وہ شہدا کی طرح اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تذکرہ میں اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ موت عدم محض نہیں ہے وہ تو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے اور اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ حضرات شہداء کرام اپنے قتل اور موت کے بعد زندہ ہیں رزق پاتے ہیں اور خوب خوش ہیں اور دنیا میں جو لوگ زندہ ہیں ان کی بھی صفت ہوتی ہے اور جب یہ حال شہداء کا ہے تو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اس کے زیادہ احق اور اولیٰ ہیں اور یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے کہ زمین حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے جسم کو نہیں کھاتی ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے بیت المقدس میں شب معراج میں ملاقات فرمائی اور اس کے بعد آسمانوں میں بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ جو شخص آپ ﷺ پر سلام بھیجے آپ ﷺ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جن سے مجموعی طور پر علم قطعی حاصل ہو جاتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت کا حاصل یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب کر دیئے گئے۔ اس طرح سے کہ ہم ان کی زندگی کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اگر چہ وہ برزخی زندگی میں موجود ہیں اور زندہ ہیں اور یہ ایسا ہی ہے جیسے فرشتے موجود ہیں اور ہم میں سے کوئی شخص انہیں نہیں دیکھ پاتا ہے۔ ''الا من خصہ اللہ بکرامتہ من اولیائہ''

(انتھی ملخصا و ملتقطا من رسالۃ انباء الاذکیاء للجلال الدین سیوطی انظر الحاوی للفتاوی من ص ۱۴۷ ، الی ص ۱۴۹)

یہاں تک ہم نے علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کے رسالہ انباء الاذکیاء سے ملخص کر کے اردو میں مضمون لکھ دیا ہے۔ رسالہ مذکورہ میں احادیث صحیحہ سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات برزخیہ پر استدلال کیا ہے۔ درحقیقت برزخ ایک مستقل عالم ہے اس کی باتیں اس دنیا میں سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ جیسے اس دنیا میں قوت وضعف کے اعتبار سے زندگی کے مختلف درجات ہیں، اسی طرح وہاں بھی فرق مراتب ہے۔ سب سے زیادہ اقویٰ و اکمل حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخی ہے اور ان کے بعد حضرات شہداء کی حیات کا درجہ ہے اور ان کے بعد دیگر اموات کا درجہ ہے۔

حضور اقدس ﷺ معراج کی رات میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزر رہے ہیں تو ان کو نماز پڑھتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں انبیاء کرام علیہم السلام کی ایک جماعت موجود ہے آپ ﷺ ان کو نماز پڑھاتے ہیں۔ پھر جب آسمانوں پر تشریف لے جاتے ہیں تو وہاں بھی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا تھا، پھر ان کو چھٹے آسمان پر پایا اور انہوں نے کہہ سن کر بار

بار، بارگاہ خداوندی میں بھیج کر پچاس نمازوں کی پانچ نمازیں کرائیں جن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ابھی نہیں ہوئی۔ قیامت کے قریب تشریف لائیں گے، دجال کو قتل کریں گے اور ایک عرصہ زندہ رہ کر وفات پائیں گے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت سرور عالم ﷺ کے صحابہ میں شمار کیا گیا ہے۔ (دیکھو الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۳ ص ۵۲)

آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں اسی دنیاوی زندگی میں تھے جو صحابی ہونے کی شرط ہے۔ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اس وقت برزخی زندگی میں تھے جب شب معراج میں آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک وادی کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کونسی وادی ہے؟ حاضرین نے جواب دیا کہ وادی ارزق ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ فرما کر ان کا رنگ اور بالوں کی کیفیت کچھ بیان فرمائی (اور فرمایا کہ وہ) اس حال میں (نظر آرہے) ہیں کہ اپنی دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں دیئے ہوئے ہیں (اور) اپنے رب کے نام کا تلبیہ زور زور سے پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم اور آگے چلے حتیٰ کہ ایک وادی آئی اس کے متعلق فخر دو عالم ﷺ نے سوال فرمایا کہ یہ کون سی وادی ہے؟ حاضرین نے جواب دیا کہ یہ وادی ہرشی (نامی) ہے یا بجائے ہرشی کے لفت کہا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ گویا میں یونس (علیہ السلام) کو دیکھ رہا ہوں کہ سرخ اونٹنی پر سوار ہیں ان کے جسم پر اون کا جبہ ہے اور ان کی اونٹنی کی لگام درخت کی چھال ہے تلبیہ پڑھتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۹۵)

اس مبارک حدیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰ اور حضرت یونس کو بحالت بیداری تلبیہ پڑھتے ہوئے دیکھا۔ معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات برزخیہ اس قدر اکمل اور اس قدر رفیع ہے کہ اس دنیا میں تشریف لا سکتے ہیں اور مناسک حج ادا کر سکتے ہیں اور ان کا دیکھا جانا بھی ممکن ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں لکھا ہے: ''وحیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروے اختلافے نیست، حیات جسمانی ودنیاوی نہ حیات معنوی روحانی۔''

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا ایسا مسئلہ ہے جس پر سب کا اتفاق ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں اور یہ حیات جسمانی ہے۔ جیسا کہ دنیا میں تھی ان کی زندگی روحانی اور معنوی نہ سمجھی جائے۔

برزخی زندگی اس دنیا کی زندگی سے بہت مختلف ہے اور عجیب بھی ہے وہاں کے حالات یہاں کے حالات پر قیاس نہیں کئے جاسکتے۔

آنحضرت ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری حیات تمہارے لئے

بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے۔ پس جو بھلائی (تمہاری طرف سے پیش کی جائے گی جسے) میں دیکھوں گا تو اس پر اللہ کی تعریف کروں گا اور جو کوئی برائی دیکھوں گا (جو تمہاری طرف سے پیش کی جائے گی) تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کروں گا۔ (عزاہ فی جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۲۴ فی کتاب الجنائز الی مسند البزار و کذا عزاہ الیہ الھیثمی فی مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴ و قال رجالہ رجال الصحیح)

روضہ مطہرہ کے پاس درود وسلام پڑھا جائے تو آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں اور جو کوئی دور سے درود وسلام بھیجے اس کو فرشتے پہنچا دیتے ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت سید دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ کے بہت سے فرشتے ہیں جو زمین میں گشت لگاتے پھرتے ہیں (اور) میری امت کا سلام میرے پاس پہنچاتے ہیں۔ (رواہ النسائی وابن حبان فی صحیحہ کما فی الترغیب والترھیب للمنذری ج ۲ ص ۴۹۸، و قال ابن القیم فی جلاء الافھام وھذا اسناد صحیح)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھ کو پہنچ جائے گا۔ (قال فی الترغیب ص ۴۹۸، ج ۲ رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا؟ حالانکہ آپ ﷺ ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل چکے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز مجھ پر درود کثرت سے بھیجا کرو کیونکہ یہ دن مشہود ہے (جس کے معنی یہ ہیں کہ) اس میں فرشتوں کی آمد (بکثرت) ہوتی ہے۔ (پھر ارشاد فرمایا کہ) بے شک تم میں جو بھی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود میرے سامنے پیش ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس فارغ ہو۔ سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ وفات کے بعد کیا ہوگا؟ ارشاد ہوا کہ (وفات کے بعد بھی درود پیش ہوگا کیونکہ) بے شک اللہ نے زمین پر یہ حرام فرما دیا ہے کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ لہٰذا اللہ کا نبی ﷺ زندہ رہتا ہے اور اس کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ (قال المنذری فی الترغیب ج ۲ ص ۵۰۳ رواہ ابن ماجہ باسناد جید وھو مؤید بحدیث اوس بن اوس الذی صححہ الحاکم)

حضرات صحابہ کرام کا روضہ اقدس پر سلام پیش کرنا

حضرت عبداللہ بن دینار تابعی نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر پر کھڑے ہو کر درود پڑھتے تھے اور حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے لئے دعا کرتے تھے۔

دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر کا ارادہ فرماتے یا سفر سے واپس آتے تو حضور اقدس ﷺ کی قبر اقدس کے پاس آتے اور درود پڑھ کر اور دعا کر کے واپس چلے جاتے۔

اور ایک روایت میں یوں کہ جب سفر سے آتے تھے تو پہلے نبی اکرم ﷺ کی قبر اطہر پر آتے اور آپ پر درود بھیجتے اور قبر شریف کو چھوتے نہیں تھے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھتے ہوئے یوں کہتے: ''السلام علیک یا ابت'' اور ایک روایت میں سلام کے الفاظ اس طرح سے ہیں: ''السلام علیک یا رسول اللہ السلام علی ابی بکر'' (یہ سب روایات حافظ شمس الدین سخاوی نے (القول البدیع ص ۲۱۰) پر نقل کی ہیں)

قاضی عیاض نے (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ج ۲ ص ۱۹۹) پر حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے سو مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ قبر شریف پر آتے اور یوں کہتے: ''السلام علی النبی ﷺ السلام علی ابی'' اس کے بعد واپس تشریف لے جاتے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مؤطا میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر کا ارادہ فرماتے یا سفر سے واپس آتے تو حضور ﷺ کی قبر شریف پر آتے اور آپ پر درود پڑھ کر اور دعا کر کے واپس چلے جاتے۔ اس کے بعد امام محمد فرماتے ہیں: ''ھٰکذا ینبغی ان یفعل اذا قدم المدینۃ یاتی قبر النبی ﷺ'' یعنی مدینہ منورہ میں حاضری دینے والے کو ایسا ہی کرنا چاہئے کہ جب وہاں حاضر ہو تو آنحضرت ﷺ کی قبر پر آئے۔ (مؤطا امام محمد ص ۳۹۶)

حافظ سخاوی نے القول البدیع میں حضرت انس بن مالک کا بھی یہ عمل نقل کیا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی قبر کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہو کر سلام پڑھا اور واپس چلے گئے (القول البدیع ص ۲۱۱) قاضی عیاض نے بھی الشفاء میں اس کو نقل کیا ہے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۹۸)

دوسروں کے واسطہ سے سلام بھجوانا

حافظ شمس الدین سخاوی نے القول البدیع میں بحوالہ ابن ابی الدنیا و بیہقی فی شعب الایمان نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن ابی سعید مدنی سے کہا کہ جب تم مدینہ منورہ پہنچو تو بارگاہ رسالت ﷺ میں میرا سلام پیش کر دینا۔ (القول البدیع ص ۲۱۱)

اس کو الشفاء میں بھی نقل کیا ہے اور مزید بات یہ لکھی ہے کہ: ''وکان یبرد الیہ البرید من الشام'' یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز بارگاہ رسالت میں سلام پیش کرنے کے لئے شام سے قاصد بھیجا کرتے تھے۔ (الشفاء ج ۲ ص ۱۹۸)

دنیا میں قاعدہ ہے کہ حاضرین آپس میں بالمشافہ سلام کرتے ہیں اور جو دور ہوتے ہیں ان کو ڈاک سے یا آدمی کے ذریعہ سلام بھیجتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنی رحمت کاملہ سے یہ سلسلہ جاری رکھا ہے کہ جو مسلمان اپنے نبی ﷺ پر دور سے سلام بھیجیں تو اس کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیتے ہیں اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عمل سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے علاوہ مدینہ منورہ آنے جانے والے کے ذریعہ سلام بھیجنا بھی درست ہے۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو حیات برزخیہ میں بھی اپنی امت سے تعلق باقی ہے اور یہ کہ اللہ رب العزت نے اس امت کو یہ شرف بخشا ہے کہ فرشتوں کو اس کار عظیم کے لئے مقرر فرمایا ہے کہ امتیوں کا سلام فخر کائنات ﷺ کو پہنچاتے رہیں۔ فرشتوں کا سلام پہنچانے کے لئے مقرر فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو فرشتوں کو سلام پہنچانے کے لئے واسطہ

بنانے کی ضرورت نہ تھی۔ جب آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر نہیں تو اولیاء اللہ کے بارے میں حاضر وناظر ہونے کا خیال کرنا اور اس کا عقیدہ رکھنا بالکل ہی غلط ہے خوب سمجھ لینا چاہئے۔

شہداء احد کے جسم برس ہا برس کے بعد صحیح سالم پائے گئے

مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں ہے کہ عمر بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ (یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام انصاری حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد تھے) کی قبر کو پانی کے بہاؤ نے کھود دیا تھا۔ یہ دونوں غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک ہی قبر میں دونوں کو دفن کر دیا تھا۔ جب پانی نے قبریں کھود ڈالیں تو دوسری جگہ دفن کرنے کے لئے ان کی قبر بھی کھودی گئی تو اس حالت میں پائے گئے کہ ان کے جسموں میں ذرا بھی فرق نہ آیا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کل ہی وفات پائی ہے ان میں سے ایک کو ایک جگہ زخم آ گیا تھا۔ دفن سے پہلے انہوں نے اپنا ہاتھ اپنے زخم پر رکھ لیا تھا اور اسی حالت میں دفن کے دیئے گئے تھے۔ اب جب قبر کھودی گئی تو ان کا ہاتھ زخم سے ہٹا دیا گیا۔ پھر جب چھوڑ دیا گیا تو اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ غزوہ احد اور اس واقعہ کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ (مؤطا امام مالک، آخر کتاب الجہاد)

یہ واقعہ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اس طرح نقل کیا ہے کہ جہاں حضرات شہداء احد رضی اللہ عنہم مدفون تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہاں سے نہر نکالنے کا ارادہ کیا گیا۔ (اس وقت ان حضرات کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم نے وہاں کھدائی کی تو میں نے اپنے والد صاحب کو قبر میں اس طرح پایا جیسے کہ اپنی عادت کے مطابق سو رہے ہیں۔ ان کی قبر میں ان کے ساتھ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا تھا۔ ان کو دیکھا کہ ان کا ہاتھ زخم پر رکھا ہوا ہے۔ ہاتھ ہٹا دیا گیا تو زخم کی جگہ سے خون بہنا شروع ہو گیا۔

اس کے بعد حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات مشہور ہے کہ ان کی قبروں سے مشک کی طرح خوشبو محسوس کی اور یہ واقعہ ان کو دفن کرنے کے دن سے چھیالیس سال بعد کا ہے۔

نیز حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بحوالہ امام بیہقی رحمہ اللہ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں چشمہ جاری کرنے کے لئے کھدائی کی گئی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک میں پھاؤڑا لگ گیا اور اس کی وجہ سے خون جاری ہو گیا۔ (دیکھو البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۴۳)

شہداء احد کے علاوہ اور بھی بعض اکابر امت کے متعلق سیر وتاریخ کی کتابوں سے ثابت ہے کہ دفن کرنے کے بعد جب برس ہا برس کے بعد دیکھے گئے تو ان کے جسموں میں کوئی تغیر وتبدل نہ ہوا تھا۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق تو حدیث شریف میں قطعی فیصلہ ہے کہ ان کے جسموں کو زمین گلا نہیں سکتی ہے لیکن کسی غیر نبی کو بھی اللہ رب العزت یہ شرف بخشیں تو ان کی رحمت اور قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے۔

"وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"